# علم تفسیر میں مولانا مودودی کا منہج استدلال (تفسیر تفہیم القرآن کا اختصاصی مطالعہ)

# Maulana Maududi's approach of Reasoning in the Quranic exegesis (Specific study of Tafsir Tafhim-ul-Quran)

**Dr. Asma Shahid**
*Lecturer, Govt. Graduate College for Women, Shujaabad, Multan*
*Email: asmaravian.pu@gmail.com*
**Tehreem Fatima**
*Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Home Economics, Lahore*
*Email: t.fatima1210@gmail.com*

**Abstract**
Maulana Maududi was one of the versatile intellectuals of twentieth century who made significant contributions to the advancement of Islamic sciences and their establishment. He had gotten himself a decent position in Islamic sciences especially Ulum-ut-tafthir. He demonstrated in realistic terms how Qur'anic injunctions will be used to help humans with their daily issues. Maududi possessed a wide range of inventiveness. His Tafthir Tafhim-ul-Quran demonstrates his resourcefulness and adaptability. His method of reasoning and strategy of taking the traditions/narrations from lineages in Tahim-ul-Quran will be brought to light in this research that aims to explain his intellectual perceptive towards Quranic exegesis. Applying qualitative research methodology, this article will attempt to highlight Maulana Modudi's approach of reasoning in the Quranic exegesis specifically in Tafthir Tafhim-ul-Quran focusing on his method of transcribing hadith, the style of reasoning from the sayings of the Companions (Sahabah) and the style of using the Salaf commentaries. This study is valuable as it can help contemporary commentators to develop cognitive, logical but comprehensive approach to the exegesis of Quran.
**Keywords**: Maududi, exegesis, Tafhim-ul-Quran, reasoning, approach

سید ابو اعلیٰ مودودیؒ حیدر آباد کے شہر اورنگ زیب پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ ۱۹۱۴ء میں ۱۱ سال کی عمر میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۸ء میں صحافت کا آغاز کیا اور اخبار بجنور کے ادارے میں شامل رہے۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت میں شمولیت اختیار کی۔ صحافت کو بطور روزگار اپنایا، روزنامہ "تاج" اور اخبار "مسلم" کے لیے کام کیا۔

صرف ۲۴ سال کی عمر میں ۱۹۲۷ء میں اسلام کے قانون صلح وجنگ پر مایہ ناز کتاب "الجہاد فی الاسلام" لکھی ۱۹۳۴ء میں ماہنامہ "ترجمان القرآن" کا اجراء حیدرآباد دکن سے کیا۔ ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال کے مشورہ پر پنجاب موجودہ پاکستان آگئے اور دارالسلام پٹھان کوٹ کی تشکیل کی۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کی رُکنیت اختیار کی۔

۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی اور جماعت اسلامی کے پہلے امیر کے طور پر دعوتی و تحریکی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۳ء میں تفسیر تفہیم القرآن کو لکھنا شروع کیا جو مختلف مصروفیات اور مصنفات کے ساتھ تیس سال کے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔[1]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ایک ہمہ گیر علمی شخصیت تھے، انہوں نے قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، معاشرت، سیاست، معاشیات اور ادب پر بہت سی کتب مرتب کیں۔ الجہاد فی الاسلام، تفہیم القرآن، دینیات، تنقیحات، خطبات، تجدید واحیائے دین، پردہ، حقوق زوجین، سود، اسلام اور ضبط ولادت تحریک آزادی ہند، اسلامی ریاست، مسئلہ قومیت، مسئلہ ملکیت زمین، خلافت وملوکیت، سنت کی آئینی حیثیت، اسلام اور جدید معاشی نظریات ان اہم کتب کے علاوہ آپ نے متعدد کتابچے بھی تحریر کیے ہیں۔[2]

## تعارف و خصوصیات تفسیر

۱۹۴۴ء میں ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں قسط وار تفسیر کا سلسلہ شروع کیا گیا جو بعد ازاں کتابی صورت میں ادارہ کی طرف سے شائع کی گئی۔ یہ تفسیر چھ جلدوں پر مشتمل ہے اس کا اِنڈکس اساتذان محترم ڈاکٹر خالد علوی اور ڈاکٹر جمیلہ شوکت نے ترتیب دیا۔ مولانا صدرالدین اصلاحی نے اس کی تلخیص بھی کی ہے۔

تفہیم القرآن کے دیباچے میں مولانا مودودی اس تفسیر کا مقصد تالیف لکھتے ہیں کہ "اس کام میں پیش نظر علماء محققین کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کی ضرورت جو عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کا گہرا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کی پیاس بجھانے کے لیے بہت کچھ سامان پہلے سے موجود ہے۔ میں جن لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ اوسط درجے کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو عربی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور علوم القرآن کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کرنا جن کے لیے ممکن نہیں ہے ان ہی کی ضروریات کو میں نے پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس وجہ سے بہت سے ان تفسیری مباحث کو میں نے سرے سے ہاتھ نہیں لگایا جو علم تفسیر میں بڑی اہمیت رکھتے ہے مگر اس طبقہ کے لیے غیر ضروری ہے پھر جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے سامنے رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا صاف صاف سمجھتا چلا جائے اور اس سے وہی اثر قبول کرے جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ نیز دوران مطالعہ میں جہاں جہاں اسے الجھنیں پیش آسکتی ہے وہ صاف کر دی جائیں اور جہاں جہاں کچھ سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوں ان کا جواب اسے بروقت مل جائے۔[3]

تفہیم القرآن کی ایک منفرد خصوصیت اس کا ترجمہ ہے جو تفسیر کی اساس ہے۔ مولانا مودودی نے ترجمے کی بجائے ترجمانی کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ اس کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں: "میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اُردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ اسلوبِ بیان میں ترجمہ پن نہ ہو، عربی مُبین کی ترجمانی اُردوئے مبین میں ہو، تقریر کا ربط فطری طریقے سے تحریر کی زبان میں ظاہر ہو، اور کلامِ الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضع ہونے کے ساتھ اس کا شاہانہ وقار اور زورِ بیان بھی جہاں تک بس چلے ترجمانی میں منعکس ہو جائے۔ اس طرح کے آزاد ترجمے کے لیے یہ تو بہر حال ناگزیر تھا کہ لفظی پابندیوں سے نکل کر ادائے مطلب کی جسارت کی جائے، لیکن معاملہ کلام الٰہی کا تھا اس لیے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی برتی ہے۔ جس حد تک احتیاط میرے امکان میں تھی، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے اس امر کا پورا اہتمام کیا ہے کہ قرآن کی اپنی عبارت جتنی آزادی بیان کی گنجائش دیتی ہے اس سے تجاوز نہ ہونے پائے۔[4] فہم قرآن میں آسانی کے لیے ضروری ہے کہ آیات اور سورتوں کے تاریخی پسِ منظر، شان نزول اور مرکزی مضمون کو سمجھ لیا جائے چنانچہ تفہیم القرآن ہر سورہ کی تفسیر سے قبل اس سے متعلقہ دیباچہ اور تعارفی نوٹ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے آسان مگر موئثر اندازِ بیان اختیار کیا ہے بلاوجہ کی لفاظی سے گریز کیا گیا ہے۔ زبان شستہ اور دلنشین ہے گہرے علمی موضوعات دلکش انداز تحریر سے آسان معلوم ہوتے ہیں۔ تیس سال کے طویل عرصہ میں مدون ہونے کے باوجود تفسیر کے سلالت اسلوب میں مکمل یکسوئی پائی جاتی ہے۔ اندازِ بیان کا ٹھہراؤ اور پر استدلال طریق مولانا کی ذہنی یکسوئی کا بین ثبوت ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں "انہوں نے اپنی تفسیر میں آنے والے لادین اور مادہ پرستانہ فلسفوں اور دیگر نئے نئے چیلنجوں کا جواب بھی قرآن کی روشنی میں دیا ہے اسی طرح ان کی تفسیر کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے مستشرقین، عیسائی مشنریوں اور مغرب زدہ طبقہ کے باطل نظریات کو دلائل کے ساتھ رَد کیا ہے، علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی اقدار و نظریات کے خلاف کام کرنے والی مختلف تنظیموں اور گروہوں کے باطل عقائد و نظریات اور افکار و تاویلات کو موئثر و مدلل جواب دینے کا اہتمام بھی کیا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ انہوں نے روایت و درایت کا خاص اہتمام کرتے ہوئے کیا ہے اور مولانا مودودیؒ کی تفسیر کے یہی وہ امتیازی پہلو ہیں جن کی وجہ سے ان کی تفسیر کو دیگر تفاسیر کے مقابلے میں ایک نمایاں مقام حاصل ہو جاتا ہے۔[5] مفسر گرامی قرآنی دعوت و تحریک کے ذریعے مسلم امہ کو انقلابی کردار کا حامل بنانا

چاہتے تھے جو دین و دنیا میں یکساں کامیاب ہو اور اپنی بلند نظری، فکری توسع اور پختہ کردار سے دنیا پر راج کرنے والے بنے۔

## نقل حدیث کا منہج

آیت کی تفسیر میں نقلِ روایت کے لیے جن مآخذ و مصادر سے رجوع کیا گیا ہے وہ مصادرِ روایت ہیں۔ بر صغیر کے ماثور تفسیری ادب میں کتبِ متونِ حدیث، کتبِ تفاسیر، کتبِ سیرت، کتبِ تاریخ اور کتبِ شروح الحدیث بطور مصادرِ روایت استعمال ہوئے ہیں۔

متون متن کی جمع ہے، کتبِ متن سے مراد کسی بھی فن کی وہ کتب ہوتی ہے جہاں اس فن کی نصوص کو جمع کیا گیا ہو۔ حدیث کے فن میں وہ کتب جن میں روایات و احادیث کو جمع کیا گیا ہے کتبِ متون حدیث کہلاتی ہیں۔ یہ کتب روایات کا بنیادی مصدر ہیں۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے نقلِ روایت کے لیے عام طور پر کتبِ ستہ، موطا امام مالک، مسندِ احمد، مسندِ دارمی، مستدرکِ حاکم، شعب الایمان اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ متونِ حدیث سے نقل کرنے کا ایک اسلوب سید مودودی کے ہاں یہ ہے کہ ایک کتاب کے الفاظ رقم کر دیئے جاتے ہیں اور باقی کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں کتاب میں بھی اسے روایت کیا گیا ہے۔

صلوٰۃ بھیجنے کا طریقہ پوچھنے پر نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف انداز سکھائے۔ جیسا کہ کعب بن عجرہ سے مروی ہے

**اللّٰہم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراہم وعلی ال ابراہیم انک حمید مجید و بارک علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی اٰل ابراہیم انک حمیدٌ مجید**

یہ درود تھوڑے تھوڑے لفظی اختلافات کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہ سے بخاری[6]، مسلم[7]، ابو داؤد[8] ترمذی، نسائی[9]، ابن ماجہ، امام احمد[10]، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق، ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ سید مودودی نے الفاظ کے معمولی اختلاف کو واضح کرنے کے لیے چھ روایات بمعہ حوالہ نقل کی ہیں۔[11]

مفسرین کے ہاں اخذِ روایات کے لیے ایک اہم ماخذ تفاسیر سلف رہی ہے۔ خاص طور پر خطہ بر صغیر کے مفسرین نے تفسیرِ قرآن میں کافی حد تک انحصار سلف صالحین کی تفاسیر پر کیا ہے۔ تفاسیر سلف سے اخذِ روایت کا ایک اسلوب یہ ہے کہ مفسرین سلف کی تفسیر میں جس بنیادی مصدر مجموعہ حدیث کا حوالہ رقم کیا ہے اس کا ذکر ایضاً کر دیا جائے تاکہ قارئین کے لیے بنیادی مصدر سے رجوع کرنا آسان ہو۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۷ کی تفسیر امام زین العابدین کے الفاظ میں تحریر کی ہے جو کہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن جریر میں ابن ابی حاتم سے منقول ہے امام زین العابدین حضرت علی بن حسینؓ کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو خبر دے چکا تھا کہ زینبؓ آپ کی بیویوں میں شامل ہونے والی ہیں، مگر جب زیدؓ نے آکر ان کی شکایت آپ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو نہ چھوڑو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں پہلے خبر دے چکا تھا کہ میں تمہارا نکاح زینبؓ سے کرنے والا ہوں، تم زیدؓ سے یہ بات کہتے وقت اس بات کو چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا" (ابن جریر[12]۔ ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم)[13]

علم السیرہ والتاریخ علم حدیث ہی کا ایک اہم حصہ ہے۔ اصحاب السیر کا مقصود بالذات رسول اللہ ﷺ کو جاننا ہے کہ آپ ﷺ نے کب ایسا کیا؟ کب ایسا کہا؟ دوسرے یہ کہ ایسا کہنے یا ایسا کرنے کی وجہ کیا تھی؟ مصنفین سیرہ والتاریخ رسول اللہ ﷺ کے افعال کو مسلسل اور مربوط بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برصغیر کے ماثور تفسیری ادب میں واقعاتِ سیرہ کے بیان میں مفسرین نے کتبِ تاریخ والسیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے "لہو الحدیث" کا مفہوم واضح کرنے کے لیے سیرت سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت حق سے لوگوں کو دور رکھنے کے لیے نضر بن حارث نے عامۃ الناس کو قصہ گوئی میں مشغول کیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی ﷺ کی دعوت کفار مکہ کی ساری کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جارہی تھی تو نَضر بن حارث نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ جس طرح تم اس شخص کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے کام نہ چلے گا۔ یہ شخص تمہارے درمیان بچپن سے ادھیڑ عمر کو پہنچا ہے۔ آج تک وہ اپنے اخلاق میں تمہارا سب سے بہتر آدمی تھا۔ سب سے زیادہ سچا اور سب سے بڑھ کر امانت دار تھا۔ اب تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے، ساحر ہے، شاعر ہے، مجنوں ہے۔ آخر ان باتوں کو کون باور کرے گا۔ کیا لوگ ساحروں کو نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی جھاڑ پھونک کرتے ہیں؟ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ کاہن کس قسم کی باتیں بنایا کرتے ہیں؟ کیا لوگ شعر و شاعری سے ناواقف ہیں؟ کیا لوگوں کو جنون کی کیفیات کا علم نہیں ہے؟ ان الزامات میں سے کونسا الزام محمد ﷺ پر چسپاں ہوتا ہے کہ اس کا یقین دلا کر تم عوام کو اس کی طرف توجہ کرنے سے روک سکو گے۔ ٹھہرو، اس کا علاج میں کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ مکہ سے عراق گیا اور وہاں سے شاہان عجم کے قصے اور رستم و اسفندیار کی داستانیں لا کر اس نے قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا شروع کر دیں تا کہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹے اور ان کہانیوں میں کھو جائیں (سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۲۰-۳۲۱) یہی روایات اسباب النزول میں واحدی نے کلبی اور مقاتل سے نقل کی ہے۔[14]

بیانِ روایت سے مراد تفسیر میں حدیث کو تحریر کرنے کا طریقہ کار ہے۔اس ضمن میں مفسرین کے مختلف مناہج ہے، بعض مفسرین روایت کی عربی عبارت نقل کرتے ہیں، بعض محض ترجمہ لکھتے ہیں، بعض عربی متن کے ساتھ ترجمہ کو تحریر کی زینت بناتے ہیں جبکہ بعض دیگر روایت کا مفہوم نقل کرتے ہیں، بعض روایت سے صرف مستنبط حکم لکھنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

مفسرین برصغیر کے ہاں ایک قابلِ ستائش اسلوب حدیث کا متن بمعہ ترجمہ کے تحریر کرنا ہے۔اس طرزِ تحریر کی خوبی یہ ہے کہ ایک طرف تو قاری الفاظِ نبوی ﷺ کو پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور ان کو سمجھنے کے لیے ترجمہ بھی میسر ہوتا ہے۔ بایں ہمہ اس کے عربی متن تحریر ہونے کی بناء پر اصل مصادرِ حدیث سے رجوع کرنا ممکن ہوتا ہے۔ تفہیم القرآن میں اصل مصدر کے حوالے سے روایات کا عربی متن بمعہ ترجمہ نقل کرنے کی مثالیں درج ذیل ہے۔

بخاری و مسلم[15] اور ابو داؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **من ادعیٰ الی غیر ابیه وهو یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام** "جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا' درآنحالیکہ وہ جانتا ہو کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے،اس پر جنت حرام ہے۔"[16]

برصغیر کے تفسیری ادب میں روایات کا اردو ترجمہ تحریر کرنا رائج العام ہے۔ تفسیر کا مقصود قرآن فہمی ہے چنانچہ عربی متن کو سمجھنا قاری کے لیے مشکل ہے اس لیے ترجمہِ متن لکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بعض مفسرین مصدر اور راوی کا حوالہ دے کر عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں: تفہیم القرآن[17] میں قربِ قیامت صور پھونکے جانے کی کیفیت کو حدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اسرافیل صور پر منہ رکھے عرش کی طرف دیکھ رہے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب پھونک مارنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہ صور تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔ پہلا نفخۃ الفزع، جو زمین و آسمان کی ساری مخلوق کو سہادے گا۔ دوسرا نفخۃ الصَّعق جسے سنتے ہی سب ہلاک ہو کر گر جائیں گے۔ پھر جب اللہ واحد صمد کے سوا کوئی ذرا سی سلوٹ تک نہ رہے گی۔ پھر اللہ اپنی خلق کو بس ایک جھڑکی دے گا جسے سنتے ہی ہر شخص جس جگہ مر کر گرا تھا اسی جگہ وہ اس بدلی ہوئی زمین پر اٹھ کھڑا ہو گا، اور یہی **نفخة القیام لرب العالمین** ہے[18]

الفاظ حدیث کا مفہوم اخذ کر کے آیات کی تفسیر میں تحریر کرنا بھی نقلِ روایت کا ایک اہم منہج ہے جس میں روایت کی عربی عبارت اور لفظی ترجمہ کی بجائے ماخوذ مفہوم لکھ دیا جاتا ہے یعنی مفسر حدیث کو پڑھ کر اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔ تفسیر تفہیم القرآن میں احکامِ پردہ والی روایت کا مفہوم اخذ کر کے تحریر کیا ہے

پردے کے احکامات کے نزول سے قبل حضرت عمرؓ کا خواہش کا اظہار کرنا کہ ازدواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں انہیں ہر خاص و عام کے سامنے نہیں ہونا چاہیے۔

بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کر چکے تھے کہ یارسول اللہ، آپ ﷺ کے ہاں بھلے اور برے سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ کاش آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے۔[19]

روایت کو اس کے اصل مصدر کے حوالے سے شناخت دینا ایک علمی پیش رفت ہے۔ برصغیر کے مفسرین نے اس ضمن میں مختلف اسالیب اختیار کیے ہیں۔ جن میں کتبِ متون میں سے کتاب اور باب کے ساتھ حوالہ رقم کرنا، جلد اور صفحہ نمبر درج کرنا، صرف کتاب کا نام لکھ دینا اور بغیر کسی حوالہ کے روایات کو نقل کرنا شامل ہے۔

حوالہ روایت نقل کرنے میں سب سے زیادہ جاندار انداز یہ ہی ہے کہ کتابِ متن کا حوالہ کتاب اور باب کے نام کے ساتھ دیا جائے مگر یہ اسلوب برصغیر کے تفسیری ادب میں شاذونادر ہی پایا جاتا ہے۔ مکمل حوالے کا یہ اسلوب جدید بھی ہے۔ وہ تفاسیر جن کی تحقیق و تخریج کا کام ہو چکا ہے صرف ان ہی میں روایات کے مکمل حوالے ملتے ہے یا ایسی تفاسیر جن کو باقاعدہ کسی ریسرچ اکیڈمی نے مدون کروایا ہے ان میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ تفسیر تفہیم القرآن میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تعظیم کی غرض سے تصویر کشی کی ممانعت میں وارد دو روایات نقل کی ہیں ایسی تعظیم جس میں خدشہ پوجا و عبادات کا ہو۔

**عن عائشه ام المومنین ان ام جیبة وام سلمة ذکرتا کنیسة رأینها بالحبشة فیها تصاویر فذکرتا للنبی (صلی الله علیه وآله وسلم) فقال ان اولٓئک اذا کان فیهم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبره مسجد او صوروا فیه تلک الصور فاولٰئک شرار الخلق عندالله یوم القیٰمة** (بخاری، کتاب المساجد[20])

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے حبش میں ایک کنیسہ دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ اس کا ذکر انہوں نے نبی ﷺ سے کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان میں کوئی صالح شخص ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد وہ اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ بناتے اور اس میں یہ تصویریں بنالیا کرتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بدترین خلائق قرار پائیں گے۔ **عن ابی جحیفه ان رسول الله ﷺ لعن المصور** (بخاری،[21] کتاب البیوع، کتاب الطلاق و کتاب اللباس)[22]

درج بالا روایات تفہیم القرآن میں کتبِ متون بخاری و مسند احمد کے حوالے سے منقول ہیں۔ جن میں کتب متون کا ذکر ہے، البتہ ضمنی طور پر کی گئی ابواب بندی مذکور نہیں ہے۔

محدثین عظام نے رواۃ کی ثقاہت، ضبط و ایقان کا معیار سامنے رکھتے ہوئے احادیث کے مجموعے تیار کیے ائمہ حدیث کی اس عرق ریزی کی بدولت بعد ازاں ان کے مدونہ متون سند کی حیثیت اختیار کر گئے۔ مفسرین، مؤرخین اور فقہاء نے ان کتبِ متون کے ناموں کو بطور حوالہ اختیار کیا۔ خاص طور پر برصغیر کے تفسیری ادب میں روایات کی نقل کے لیے کتابِ متن کے صرف نام کے حوالے کو قبولیتِ عامہ حاصل ہے۔ بخاری[23] کی روایت میں ہے کہ دنیا و مافیہا میں سے سب سے زیادہ محبوب رشتہ نبی کریم ﷺ سے استوار ہو گا تو تب ہی کامل ایمان نصیب ہو گا۔

**" لا یؤمن احدُکم حتیٰ اکون احبَّ الیه من والده وولده والنّاس اجمعین۔ "**

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ اور اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔[24]

مسند احمد کی روایت میں فضائل ذکر مذکور ہیں:

**عن معاذ بن انس الجهنی عن رسول الله ﷺ ان رجلاً سأله ای المجاهدین اعظم اجراً یا رسول اللهَ ؟ قال اکثرهم للهِ تعَالیٰ ذکراً قال ایُّ الصائمین اکثر اجرا ؟ قال اکثرهم لله عزّوجل ذکراً ثم ذکرا لصّلوٰة والزکوٰة والحجّ والصَّدَقَة کل ذٰلک یقول رسول الله ﷺ اکثرهم لله ذکراً** (مسند احمد[25])

معاذ بن انس جُہنیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ، جہاد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا جو ان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کیا روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اجر کون پائے گا؟ فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہو۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، زکوٰۃ حج اور صدقہ ادا کرنے والوں کے متعلق پوچھا اور حضور ﷺ نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ "جو اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو۔[26]

ایک کتاب کے الفاظ تحریر کیے جائے اور اس مفہوم کی حامل روایت باقی کتبِ متون میں جہاں جہاں مروی ہے ان کا حوالہ تحریر کر دیا جائے۔ اس ترتیب سے منقول روایات زیادہ مؤثق ہو جاتی ہے چونکہ انہیں ایک سے زیادہ بار مروی ہونے کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ تفہیم القرآن میں امام احمد[27]، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، بیہقی کے حوالے سے مرقوم ہے اور بعض دوسرے محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے اس میں حضرت ابو الدرداء نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

**فامّا الذین سبقوا فاولٰئِک الذین یدخلون الجنة بغیر حساب، وامّا الذین اقتصدوا فاولٰئِک الذین یحاسبون حسابا یسیرا ، واما الذین ظلموا انفسهم فاولٰئِک یُحبَسوْن طول المحشر ثم هم الذین یتلقّا هم الله برحمته فهم الذین یقولون الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن۔**

(جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ اور جو بیچ کی راستہ رہے ہیں ان سے محاسبہ ہو گا مگر ہلکا محاسبہ۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو وہ محشر کے پورے طویل عرصہ میں روک رکھے جائیں گے، پھر انہی کو اللہ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا)[28]

تفہیم القرآن میں حضرت عائشہؓ سے مروی ایک واقعہ منقول ہے۔

حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضور ﷺ نے حضرت علی اور فاطمہ اور حسن اور حسینؓ کو بلایا اور ان پر ایک کپڑا ڈال دیا اور دعا فرمائی اللھمّ ھٰؤلاء اھل بیتی فاَذْھِبْ عنھُم الرّجس و طھّرھم تطھیراً۔ خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گندگی کو دور کر دے۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں (یعنی مجھے بھی اس کپڑے میں داخل کر کے میرے حق میں دعا فرمایئے)۔ حضور ﷺ نے فرمایا، "تم الگ رہو، تم تو ہو ہی۔" اس سے ملتے جلتے مضمون کی بکثرت احادیث مسلم، ترمذی[29] احمد[30]، ابن جریر، حاکم، بیہقی وغیرہ محدّثین نے ابو سعید خدری، حضرت انس، حضرت اُمّ سلمہ، حضرت واثِلہ بن اَسقعؓ اور بعض دوسرے صحابہ نے نقل کی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی و فاطمہؓ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کو اپنا اہل البیت قرار دیا۔ لہٰذا ان لوگوں کا خیال غلط ہے جو ان حضرات کو اس سے خارج ٹھہراتے ہیں۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے یہ روایت نقل کرنے کے لیے چار کتبِ متون اور ایک تفسیر کا حوالہ دیا ہے۔

روایت میں سند بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ صحتِ روایت کی جانچ کافی حد تک سند پر منحصر ہے سند میں پائے جانے والے راویوں کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے سے ہی روایت کے ردو قبول کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ سند کے اعتبار سے نقلِ رویت کے اسالیب میں مع الاسناد، بلا اسناد اور اختصارِ سند کے ساتھ نقل روایت شامل ہے۔ روایت کو سند کے ساتھ نقل کرنے کا دستور محدثین کے ہاں رائج ہے مفسرین میں سے چند اس خاصیت کے حامل ہیں۔ خاص کر برصغیر کے ماثور تفسیری ادب میں مع الاسناد نقلِ روایت تقریباً ناپید ہے، البتہ اختصار سند کے ساتھ روایات منقول ہیں۔ اختصارِ سند سے مراد یہ ہے کہ سلسلہ سند کو پورا نقل نہ کیا جائے بلکہ مختصر کر کے ایک یا دو راوی کا ذکر کیا جائے۔ برصغیر کے تفسیری ادب میں سند کے اختصار کے دو انداز پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ صرف صحابی راوی سے روایت کو نقل کر دیا جائے دوسرا صحابی راوی کے ساتھ تابعی راوی کا بھی ذکر کیا جائے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے ایک صحابی راوی اور تین تابعین کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، ابن عباس، مجاہد، قتادہ، عِکرِمہ اور مقاتل بن حیّان کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی ﷺ نے حضرت زیدؓ

کے لیے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور حضرت زینبؓ اور ان کے رشتہ داروں نے اسے نامنظور کر دیا تھا۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے یہ پیغام دیا تو حضرت زینبؓ نے کہا، انا خیر منه نسباً " میں اس سے نسب میں بہتر ہوں "[31]

بلا استناد نقل روایت سے مراد یہ کہ سلسلہ سند مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جائے اور روایت کو نقل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا حدیث میں ہے کہ الفاظ استعمال کیے جائیں۔ مثلاً: من صلّٰی علیّ واحدة صلی الله علیه عشراً (جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے "اولی الناس بی یوم القیامة اکثرهم علیّ صلوٰة (ترمذی[32]) " قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا[33]

روایات واحادیث قرآن کی معنوی دلالت ہے اور اس کی عملی تشریح ہے، جو قرآن فہمی کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ مفسرین نے آیات کی تفسیر کرتے ہوئے صحتِ روایت کو موضوع بنایا ہے۔ تنقیح حدیث کے اعتبار سے نقلِ روایت کے دو اسلوب برصغیر کی تفاسیر ماثورہ میں اختیار کیے گئے ہیں۔

۱) صحتِ حدیث پر کلام

۲) احادیث ضعیفہ کی نقلِ محض

صحتِ حدیث پر کلام سے مراد یہ ہے کہ مفسرین روایت کی صحت کے حوالے سے کسی رائے کا اظہار کرتے ہے یا نہیں کہ روایت کس درجہ کی ہے صحیح ہے، حسن ہے، معتبر ہے یا من گھڑت اور بے اصل ہے۔ برصغیر کے مفسرین صحتِ روایت پر اپنا ذاتی مؤقف بہت کم اختیار کرتے ہیں، آئمہ حدیث کے کتبِ متون میں درج آراء کو ویسے ہی نقل کر دیتے ہیں۔ صحتِ حدیث پر کلام دو طرح سے کیا گیا ہے یا تو حدیث کی صحت کا درجہ متعین کیا گیا ہے یا پھر روایت کے ضعف کو ثابت کیا گیا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے سیرت طیبہ کے اس گوشے پر گفتگو کی ہے کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں اور ان کے بطن سے اللہ نے آپ کو چار بیٹیوں سے نوازا تھا۔ طبری، ابن سعد، ابو جعفر محمد بن حبیب صاحب کتاب المحبرؒ اور ابن عبد البر صاحب کتاب الاستیعاب، مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پہلے حضرت خدیجہؓ کے دو شوہر گزر چکے تھے۔ ایک ابو ہالہ تمیمی جس سے ان کے ہاں ہند بن ابو ہالہ پیدا ہوئے۔ دوسرے عتیق بن عائذ مخزومی جس سے ان کے ہاں ایک لڑکی ہند نامی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ان کا نکاح حضور ﷺ سے ہوا اور تمام علمائے انساب متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی صلب سے ان کے ہاں وہ چاروں صاحبزادیاں

پیدا ہوئیں (ملاحظہ ہو طبری، جلد، ص۔ طبقات ابن سعد، جلد، ص تا۔ کتاب المجرؔ ص الاستیعاب جلد، ص) ان تمام بیانات کو قرآن مجید کی یہ تصریح قطعی الثبوت کر دیتی ہے کہ حضور ﷺ کی ایک ہی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ کئی صاحبزادیاں تھیں۔[34]

علمائے انساب کی متفقہ رائے کو قرآن کی تائید حاصل ہے اس لیے یہ روایت صحت کے اعتبار سے مضبوط ہے۔

حضرت اسماعیل کے فدیہ میں قربانی کے لیے عطا کیا جانے والے مینڈھے کے سینگوں کا خانہ کعبہ میں بطور اللہ کی عطا کردہ نشانی کے لٹکے رہنا معتبر روایات سے ثابت ہے مفسر مودودی لکھتے ہیں

معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اس کے سینگ خانہ کعبہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانے تک محفوظ تھے۔ بعد میں جب حجاج بن یوسف نے حرم میں ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ کو مسمار کر دیا تو وہ سینگ بھی ضائع ہو گئے۔ ابن عباس اور عامر شعبی دونوں اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ انہیں نے خود خانہ کعبہ میں یہ سینگ دیکھے ہیں (ابن کثیر)[35] آپ نے یہ روایت تفسیر ابنِ کثیر کے حوالے سے نقل کی ہے اور روایت کی صحت پر ایک صحابی و دو تابعین کی شہادت بھی مذکور ہے۔

حضرت علیؓ کے لیے جبکہ حضور ﷺ کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی، حضور ﷺ نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا حضرت علیؓ کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے اس کے تمام طُرق اور رجال پر تفصیلی بحث کر کے ابن تیمیہ نے اسے موضوع ثابت کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلاشک وشبہ موضوع ہے۔[36]

بخاری، مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں متعدد طریقوں سے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشرٍ**۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ فراہم کر رکھا ہے جسے نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کبھی کسی کان نے سنا، نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے"۔ یہی مضمون تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری، حضرت مغیرہ بن شُعبہ اور حضرت سہل بن سعد ساعدی نے بھی حضور ﷺ سے روایت کیا ہے جسے مسلم، احمد، ابن جریر اور ترمذی نے صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔[37]

صحتِ روایت پر کلام کا تیسرا اسلوب یہ ہے کہ مفسرین روایات کے ضعف کو موضوع بناتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ روایت صحت کے اعتبار سے قابلِ اعتبار نہیں ہے روایت کے متن و سند میں پائی جانے والی کمزوری کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ابو منصور احمد بن ابو طالب طَبرسی نے کتاب الاحتجاج میں یہ بات لکھی ہے اور سلیمان بن عبد اللہ البحرانی نے اسے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: **یا ابا الحَسَنَ انّ ھٰذا الشرف باقٍ ما دمنا علی طاعۃ اللہ تعالیٰ فایّتھن عصت اللہ تعالیٰ بعدی بالخروج علیک فطلّقھا من الازواج واسقطھا من شرف امّھات المؤمنین** [38] (اے ابوالحسن! یہ شرف تو اسی وقت تک باقی ہے جب تک ہم لوگ اللہ کی اطاعت پر قائم رہیں۔ لہٰذا میری بیویوں میں سے جو بھی میرے بعد تیرے خلاف خروج کر کے اللہ کی نافرمانی کرے اسے تو طلاق دے دیجیو اور اس کو اُمّہات المؤمنین کے شرف سے ساقط کر دیجیو)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد سید ابو الاعلیٰ مودودی اس کا من گھڑت ہونا ثابت کرتے ہیں اور اس کا محاکمہ بھی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اصول روایت کے اعتبار سے تو یہ روایت سراسر بے اصل ہے ہی لیکن اگر آدمی اسی سورۃ احزاب کی اور آیات پر غور کرے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت قرآن کے بھی خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ آیت تخییر کے بعد جن ازواج مطہرات نے ہر حال میں رسول ﷺ ہی کی رفاقت کو اپنے لیے پسند کیا تھا انہیں طلاق دینے کا اختیار حضور ﷺ کو باقی نہ رہا تھا۔ علاوہ بریں ایک غیر متعصب آدمی اگر محض عقل ہی سے کام لے کر اس روایت کے مضمون پر غور کرے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ انتہائی لغو، اور رسول پاک ﷺ کے حق میں سخت توہین آمیز افترا ہے۔ رسول کا مقام تو بہت بالاتر و برتر ہے، ایک معمولی شریف آدمی سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی وفات کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دینے کی فکر کرے گا اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے داماد کو یہ اختیار دے جائے گا کہ اگر کبھی تیرا اس کے ساتھ جھگڑا ہو تو میری طرف سے تو اسے طلاق دے دیجیو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اہل البیت کی محبت کے مدعی ہیں ان کے دلوں میں صاحب البیت کی عزت و ناموس کا پاس کتنا کچھ ہے، اور اس سے بھی گزر کر خود اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا وہ کتنا احترام کرتے ہیں۔ [39]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی، انہوں نے فرمایا کہ اے محمد اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور بتادینا کہ جنت کی اچھی مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا

اِلٰہَ الاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ)(رواہ الترمذی و قال حسن غریب اسناداً) مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہے تو سب کچھ مگر اسی کے لیے ہے جو یہیں سے کچھ کر کے لے جائے، جو عمل سے خالی ہاتھ گیا اس کے لیے تو چٹیل میدان ہی ہے۔[40]

سید ابو الاعلیٰ مودودی روایت کے صحیح یا سقیم ہونے پر موقف نقل کرتے ہے یا پھر ضعیف روایت کی تائید میں صحیح روایت نقل کر دیتے ہے یوں ضعیف روایت کی استنادی حیثیت بہتر ہو جاتی ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی آیت استیذان[41] کی تفسیر میں حضرت ثوبانؓ سے مروی روایت نقل کرتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اذا دخل البصر فلا اذن "جب نگاہ داخل ہو گئی تو پھر خود داخل ہونے کے لیے اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا" (ابو داؤد)[42]

اس آیت کی تحقیق کے بعد علامہ البانی نے اس کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کثیر بن زید راوی ضعیف ہے[43]

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ[44]

(اے نبی مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے) اس آیت کی تفسیر میں تفسیر تفہیم القرآن[45] میں روایت منقول ہے۔

عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان النظر سھم من سھام ابلیس مسموم ، من ترکھا مخافتی ابدلتہ ایمانا ایمانا یجد حلاوتۃ فی قلبہ** "نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا (طبرانی[46])۔

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں اسحاق بن عبد الواحد اور الواسطی ضعیف جداً ہے اور ان کی تضعیف پر اتفاق ہے[47]۔

## اقوال صحابہ سے استدلال کا اسلوب

آیت کی تفسیر اقوالِ صحابہ سے تحریر کرنا تفسیر بالماثور کی ایک اہم نوع ہے۔ تفسیر میں آثارِ صحابہ سے استفادہ متقدم و متاخر مفسرین کے ہاں لازم تھا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ بعد از نبی اکرم ﷺ قرآن کے بہترین مفسر تھے۔ وہ نزولِ قرآن کے تمام تر حالات و واقعات سے بخوبی واقف تھے۔ برصغیر کی تفاسیر ماثورہ میں قرآنی آیات کی

تفسیر میں صحابہ کرام کے اقوال گاہے بگاہے نقل کیے گئے ہیں۔ مفسرین نے اپنے اذواق کے مطابق اقوالِ صحابہ سے تفسیر کے مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں:

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ آیت "بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا"[48] دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ "تم خود دیکھ رہے ہو کہ وہ بغیر ستونوں کے قائم ہیں"۔ دوسرا مطلب یہ کہ "وہ ایسے ستونوں پر قائم ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے "ابن عباس اور مجاھد نے دوسرا مطلب لیا ہے اور بہت سے دوسرے پہلا مطلب لیتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے علوم طبیعی کے لحاظ سے اگر اس کا مفہوم بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام عالم افلاک میں یہ بے حد وحساب عظیم الشان تارے اور سیارے اپنے اپنے مقام و مدار میں پر غیر مرئی سہاروں سے قائم کیے گئے ہیں۔ کوئی تار نہیں ہیں جنہوں نے ان کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہو۔ کوئی سلاخیں نہیں ہیں جو ان کو ایک دوسرے پر گر جانے سے روک رہی ہوں۔ صرف قانون جذب و کشش ہے جو اس نظام کو تھامے ہوئے ہے۔[49]

تفسیر تفہیم القرآن عامۃ الناس کے فائدہ کی غرض سے تحریر کی گئی ہے اس میں مطالب و مفاہیم قرآن کو آسان اور عام فہم اردو زبان میں تحریر کیا گیا ہے۔ اقوالِ صحابہ و تابعین کم نقل کیے گئے ہیں۔ سورہ آیت کا شانِ نزول حضرت علی بن حسینؓ سے روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں

یہی بات اس آیت کی تشریح میں امام زین العابدین حضرت علی بن حسینؓ نے فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو خبر دے چکا تھا کہ زینب آپ کی بیویوں میں شامل ہونے والی ہیں مگر جب زید نے آکر ان کی شکایت آپ ﷺ سے کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو نہ چھوڑو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں پہلے یہ خبر دے چکا تھا کہ میں تمہارا نکاح زینب سے کرنے والا ہوں، تم زیدؓ سے یہ بات کہتے وقت اس بات کو چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا (ابن جریر[50]، ابن کثیر[51] بحوالہ ابن ابی حاتم[52])[53]

## تفاسیر سلف سے استفادہ کا اسلوب

قرآن کا یہ امتیاز ہے کہ مفسرین کی ایک کثیر تعداد نے قرآن کی ہر آیت پر ہر پہلو سے بحث کی اور اس سلسلے میں تفاسیر سلف سے استفادہ کیا۔ اس سے نہ صرف علماء و محققین کو فائدہ ہوا بلکہ علومِ دینیہ کے ماہرین بھی اس سے مستفید ہوئے۔ لیکن تفہیم القرآن ایسی تفسیر ہے جس نے طالبینِ قرآن کی اس ضرورت کو پورا کیا جو سلف کے ترجمہ و تفاسیر سے پوری نہیں ہوئی۔ اس تفسیر کا مقصد یہ تھا کہ عام افرادِ معاشرہ کو کتابِ پاک کے حقیقی مدعا سے عام فہم انداز میں روشناس کروایا جائے۔ جیسا کہ مولانا مودودی خود اپنی تفسیر کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں کہ

"اس کام میں پیش نظر علماء محققین کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کی ضرورت جو عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کا گہرا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کی پیاس بجھانے کے لیے بہت کچھ سامان پہلے سے موجود ہے۔ میں جن لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ اوسط درجے کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو عربی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور علوم القرآن کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کرنا جن کے لیے ممکن نہیں ہے ان ہی کی ضروریات کو میں نے پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس وجہ سے بہت سے ان تفسیری مباحث کو میں نے سرے سے ہاتھ نہیں لگایا جو علم تفسیر میں بڑی اہمیت رکھتے ہے مگر اس طبقہ کے لیے غیر ضروری ہے پھر جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے سامنے رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا صاف صاف سمجھتا چلا جائے اور اس سے وہی اثر قبول جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ نیز دوران مطالعہ میں جہاں جہاں اسے الجھنیں پیش آسکتی ہے وہ صاف کر دی جائیں اور جہاں جہاں کچھ سوالات اس کے ذہن مین پیدا ہوں ان کا جواب اسے بروقت مل جائے۔[54]

غور کریں تو دیباچۂ تفسیر میں موجود یہ بیان تفسیر کے مقصد کو ہی نہیں بلکہ اس کے منہج کو بھی واضح کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفہیم القرآن میں تفاسیر سلف سے استفادہ سے متعلق کوئی مواد دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس تفسیر کا امتیاز ہی یہ ہے کہ اس میں فقہی کلامی و علمی پیچیدہ مباحث سے گریز کیا گیا ہے اور اسے عام فہم سلیس انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

مولانا مودودی نے تفاسیر سلف سے اقوال نقل نہیں کیے ہیں،۔ بہت سی ایسی آیات ہیں جن کی تفسیر میں گذشتہ مفسرین نے لمبی لمبی ابحاث کی ہیں۔ لیکن مولانا مودودی نے ایک عام قاری کو ذہنی استعداد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صرف مفہوم واضح فرمادیا ہے اور عقلی و کلامی بحث سے گریز کیا ہے مثلاً سورہ بقرہ کے آغاز میں ایک جامع دیباچہ تحریر کرنے کے بعد جب "الٓمّٓ" کی تشریح یوں لکھتے ہیں:

یہ حُرُوفِ مُقَطَّعَات قرآن مجید کی بعض سورتوں کے آغاز میں پائے جاتے ہیں۔ جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس دور کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروفِ مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء دونوں اس اُسلوب سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اب بھی کلام جاہلیّت کے جو نمونے محفوظ ہیں ان میں اس کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ اس استعمال عام کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیستاں نہ تھے جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو، بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے مراد کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی ﷺ کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض کبھی نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں جو تم بعض سورتوں کی ابتداء میں بولتے

ہو۔ اور یہی وجہ ہے سکہ صحابہء کرام سے بھی ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ان کے معنی پوچھے ہوں۔ بعد میں اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بنا پر مفسّرین کے لیے ان کے معانی متعیّن کرنا مشکل ہو گیا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ نہ تو ان حروف کا مفہوم سمجھنے پر قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا انحصار ہے۔ اور نہ یہ بات ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے معنی نہ جانے گا تو اس کے راہ راست پانے میں کوئی نقص رہ جائے گا۔ لہٰذا ایک عام ناظر کے لیے کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہ ان کی تحقیق میں سرگرداں ہو۔[55]

ایک طرف حروفِ مقطعات کی حیثیت و حقیقت واضح کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی بتلا دیا ہے کہ ایک عام قاری کے لیے ان مباحث میں پڑنا ضروری نہیں ہے۔ جبکہ متعدد متقدمین و متکلمین نے اس سلسلے میں طویل بحثیں کی ہیں۔ مولانا مودودی نے پیچیدہ اور دقیق مسائل کو بیان کرنے کے لیے نہایت واضح اور سادہ طرز بیان اور منطقی طرزِ اسلوب اختیار کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ تفہیم القرآن کی انفرادیت ہے کہ گذشتہ مفسرین کے تفسیر کے میدان میں قابلِ قدر مساعی کے باوجود عام طبقہ کے لوگوں میں جو تشنگی تھی، اسے بجھانے میں اس تفسیر نے قابلِ قدر کردار ادا کیا۔

### خلاصہ بحث:

1. تفہیم القرآن سادہ طرز پر عام فہم بنا کر تحریر کی گئی ہے۔
2. کتبِ متونِ سے روایت کو اخذ کرتے ہوئے سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اوائل و اواخرِ روایت میں کتابِ متن کا حوالہ رقم کیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی متفقہ روایت کے لیے متفق علیہ (صحیحین سے مروی ہے) اصطلاح استعمال کی ہے۔ تفاسیر سلف میں سے زیادہ تر تفسیر طبری، تفسیر بغوی، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر در منثور سے استفادہ کیا ہے۔ کتبِ تاریخ والسیر سے زیادہ تر تاریخی واقعات نقل کیے گئے ہیں اور حوالہ کے لیے صرف کتاب کے نام پر ہی اکتفا کیا ہے۔ جلد اور صفحہ نمبر کا اندراج نہیں کیا گیا۔
3. بیانِ روایت کے اعتبار سے نقلِ روایت کے مناہج میں روایت کو تفسیر میں بیان یا تحریر کرنے کے مختلف انداز ہیں۔ تفسیر تفہیم القرآن میں متن و ترجمہ حدیث نقل کرنے کے تین اسالیب نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ حدیث کی عربی عبارت بمعہ ترجمہ نقل کی جائے۔ یہ علمی انداز ہے اور اسے مقبولیت حاصل ہے۔ دوسرا اسلوب حدیث کا صرف ترجمہ تحریر کرنا ہے تفسیر کا مقصود قرآن فہمی ہے، اس لیے عامۃ الناس کی سہولت کی خاطر زیادہ تر اردو زبان میں حدیث کا ترجمہ نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ بیانِ روایت کے لیے بعض دفعہ روایت کی عربی عبارت سے ماخوذ مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

4. حوالہ روایت سے مراد روایت کو اپنے اصل ماخذ و مصادر کے حوالے سے شناخت فراہم کرنا ہے۔ تفسیر تفہیم القرآن میں حوالہ روایت نقل کرنے کے مختلف اسالیب رائج ہے، جن میں کتبِ متون سے کتاب اور باب کے نام کے ساتھ حوالہ رقم کرنا ہے۔روایت کے اوائل یا آخر میں صرف کتبِ متون کا نام تحریر کرنے پر اکتفا کرنا ہے مثلاً (رواہ الترمذی)،(ترمذی) یا(اخرجہ الترمذی)۔

5. تفسیر تفہیم القرآن میں زیادہ تر اختصارِ سند کے ساتھ روایت کو نقل کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے اختصارِ سند سے مراد یہ ہے کہ روایت کو صحابی راوی یا تابعی راوی کے نام سے درج کرنا۔ دوسرا اسلوب بلا اسناد روایت کو نقل کرنا ہے اس میں روایت کو نقل کرتے ہوئے صرف اتنا لکھنے پر اکتفاء کیا ہے کہ؛ حدیث میں ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

6. تنقیح حدیث کے دو اسلوب معروف ہے صحت روایت پر کلام کرنا یعنی اس کے صحیح و سقیم ہونے کے بارے میں رائے دینا۔ سید مودودی نے صحتِ روایت پر اپنا ذاتی مؤقف بہت کم اختیار کیا ہے، کسی بھی حدیث پر کتبِ متون، کتب اصول حدیث اور کتب اسماء رجال میں درج مؤقف کو ویسے ہی نقل کیا ہے۔ اور بعض اوقات احادیثِ ضعیفہ و موضوعہ کی نقلِ محض پر اکتفاء کیا ہے۔

7. مفردات القرآن کی تشریح میں مفسرین جہاں کتبِ لغات سے استفادہ کرتے ہیں وہی اقوالِ صحابہ سے استدلال کے ذریعے تفسیر کو مؤثق بناتے ہیں۔ سید مودودی لفظ کی وضاحت میں جس مفہوم کو زیادہ اصحاب کی تائید حاصل ہوتی ہے اس کو نقل کرتے ہیں۔ اور مفرد حرف کی تفسیر میں اقوال صحابہ کو نقل کرنے کے بعد ان کی مزید وضاحت اپنے الفاظ میں کرتے ہیں۔

8. آیاتِ قرآنی کی تفسیر اقوالِ صحابہ سے تحریر کرنا تفسیر بالماثور کی ایک اہم نوع ہے۔ مفسرینِ برصغیر نے اقوالِ صحابہ سے تفسیر کے مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں: بعض مقامات پر آیت کی تفسیر میں قولِ صحابی کو بعینہ ان کے الفاظ میں تحریر کیا ہے۔ اور بعض مقامات پر مفہوم اخذ کر کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

---

## حوالہ جات

[1]۔ سید ابو الاعلیٰ کی سوانح حیات کے لیے ملاحظہ کیجیے؛ گیلانی: سید اسعد، مودودی دعوت و تحریک، لاہور اسلامک پبلیکشنز ۱۹۸۶ء۔ احمد منیر: مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، لاہور آتش فشاں پبلیکشنز ۱۹۸۹ء آفاقی: علی سفیان ابو الاعلیٰ مودودی، لاہور سندھ ساگرہ الادمی، ۱۹۵۵ء

[2]۔ گیلانی: سید اسعد، مودودی دعوت و تحریک، ص: ۴۴۵-۴۶۵

[3]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۱/ ۵-۶

[4]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۱/ ۱۰-۱۱

[5]۔ خالد علوی: ڈاکٹر، سید مودودی بحیثیت مفسر، الفیصل ناشران اردو بازار لاہور، ص: ۴۷

[6]۔ بخاری، جامع الصحیح، کِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابٌ، رقم الحدیث: ۳۳۷۰، ۳۳۶۰، کِتَابُ الدَّعَوَاتِ، بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث ۶۳۵۸، ۶۳۵۷، ۶۳۵۷

[7]۔ مسلم: جامع الصحیح، کِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، رقم الحدیث ۶۹، ۶۶، ۶۵، ۱۰۱

[8]۔ ابی داؤد: السنن، بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ، رقم الحدیث ۹۷۹، ۹۷۸، ۹۷۷، ۹۷۶،

[9]۔ نسائی: السنن، کِتَابُ السَّهْوِ بَابُ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث ۱۲۹۴، ۱۲۹۳، ۱۲۹۲، ۱۲۹۱، ۱۲۹۰، ۱۲۸۹، ۱۲۸۸، ۱۲۸۷، ۱۲۸۶

[10]۔ احمد بن حنبل: مسند احمد، مُسْنَدُ بَاقِي الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرِينَ بِالْجَنَّةِ، مُسْنَدُ أَبِي مُحَمَّدٍ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، رقم الحدیث ۱۳۹۶،

[11]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/ ۱۲۵

[12]۔ الطبري: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر، جامع البيان في تأويل القرآن، ۲۰/ ۷/ ۲۴، أحمد محمد شاكر، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰ء، ابن كثير: إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقي، أبو الفداء تفسير القرآن العظيم، ۶/ ۴۲۵ ۱۴۲۵ المحقق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية- ۱۹۹۹م،

[13]۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/ ۱۰۱

[14]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید تفہیم القرآن ۴/ ۹۰

[15]۔ صحیح بخاری: کتاب الفرائض، باب مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، رقم الحدیث ۶۷۶۶، مسلم: جامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ، رقم الحدیث ۱۱۵، ابوداود: السنن، ابواب النوم، باب فِي الرَّجُلِ يَنْتَمِي إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، رقم الحدیث ۵۱۱۳

[16]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۴/ ۷۰

[17]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/ ۲۶۵

[18]۔ بخاری: جامع الصحیح، كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ، بَابُ قَوْلِهِ: {وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ، إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ}، رقم الحدیث نہیں ملا، مسلم: جامع الصحیح، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ مُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث ۲۳۷۳، ترمذی: جامع السنن، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، وَمِنْ سُورَةِ الزُّمَرِ، رقم الحدیث ۳۲۴۵،

[19]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید تفہیم االقرآن ۴/ ۱۲۱

[20]۔ بخاری: جامع الصحیح، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابٌ: هَلْ تُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الجَاهِلِيَّةِ، وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ، رقم الحدیث ۴۲۷، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الصَّلَاةِ فِي البِيعَةِ، رقم الحدیث ۴۳۴، کتاب مناقب الأنصار، بَابُ هِجْرَةِ الحَبَشَةِ، ح ۳۸۷۳، مسلم: جامع الصحیح، كِتَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةَ، بَابُ النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ، عَلَى الْقُبُورِ وَاتِّخَاذِ الصُّوَرِ فِيهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ، ح ۵۲۸، بخاری: جامع الصحیح، كِتَابُ اللِّبَاسِ، بَابُ مَنْ لَعَنَ المُصَوِّرَ رقم الحدیث ۵۹۶۲

[21]۔ بخاری: جامع الصحیح، كِتَابُ اللِّبَاسِ، بَابُ مَنْ لَعَنَ المُصَوِّرَ رقم الحدیث ۵۹۶۲

[22]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید تفہیم القرآن ۴: ۱۸۱

[23]۔ بخاری: ، كِتَابُ الإِيمَانِ، بَابٌ: حُبُّ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الإِيمَانِ، رقم الحدیث ۱۵، ۱۴، مسلم: جامع الصحیح، كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ وُجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنَ الْأَهْلِ وَالْوَلَدِ، وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، وَإِطْلَاقِ عَدَمِ الْإِيمَانِ عَلَى مَنْ لَمْ يُحِبَّهُ هَذِهِ الْمَحَبَّةَ، رقم الحدیث ۷۰

[24]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/ ۱۷

[25]۔ احمد بن حنبل: مسند احمد مُسْنَدُ الْمَكِّيِّينَ، حَدِيثُ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، رقم الحدیث: ۱۵۶۱۴

[26]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/ ۹۷

[27]۔ احمد بن حنبل: مسند احمد، تتمة مسند الأنصار، حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ، رقم الحدیث ۲۱۷۲۸،

[28]۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القران ۴/ ۲۳۵

[29]۔ جامع ترمذی، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ الأَحْزَابِ، رقم الحدیث ۳۲۰۵، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ۳۷۸۷

[30]۔ احمد بن حنبل: مسند احمد، مسند النساء، حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث ۲۶۵۹۷، ۲۶۵۵۰،

[31]۔ مودودی: ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/۹۸

[32]۔ ترمذی: جامع السنن، أَبْوَابُ الوِتْرِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ، رقم الحدیث ۴۸۵، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث ۳۶۱۴

[33]۔ مودودی: ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/۳۴۰

[34]۔ مودودی: ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/۱۳۰

[35]۔ ایضاً ۴/۱۳۰

[36]۔ ایضاً ۴/۳۳۴

[37]۔ ایضاً ۴/۴۶

[38]۔ مودودی: ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/۲۷

[39]۔ مودودی: ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/۲۷

[40]۔ ایضاً ۴/۱۵۱

[41]۔ النور ۲۴:۲۷

[42]۔ مودودی، تفہیم القرآن، ۳/۳۷۷

[43]۔ البانی: ناصر الدین، سلسلہ الاحادیث الصحیحہ و شئ من فقہہا و فوائدھا، ۶/۹۵

[44]۔ النور ۳۰:۲۴

[45]۔ مودودی، تفہیم القرآن، ۳/۳۸۰

[46]۔ طبرانی، المعجم الکبیر ۱۰/۱۷۳

[47]۔ البانی: ناصر الدین، سلسلہ الاحادیث الصحیحہ و شئ من فقہہا و فوائدھا، ۱۲/۹۴۳

[48]۔ الرعد ۱۳:۲

49۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۱/۱۱-۱۲

50۔ الطبري: محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان في تأویل القرآن، ۲۰/۲۷۳

51۔ ابن کثیر: إسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ۶/۴۲۴

52۔ ابن أبي حاتم، عبد الرحمن بن محمد بن إدریس، تفسیر القرآن العظیم لابن أبي حاتم، المملکة العربیة السعودیة، مکتبة نزار مصطفى الباز، ۱۴۱۹ھ ۹/۳۱۳۵

53۔ مودودی: ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن ۴/۱۰۱

54۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۱ء، ۱/۵-۶

55۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ۱/۴۹